

اقلیتوں کے حقوق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

Minority Rights in the Light of Islamic Teachings

Dr. Abdul Aziz

Lecturer, Depat. Of Arabic and Islamic Studies, UMW.

Abstract

Islamic teaching is based on the commands of Allah Almighty. Islam guides man to live according to the will of Allah in this world and to improve his eternal life hereafter. Islam teaches the highest lesson of humanity. Islam prefers humanity. Islamic teaching teaches a person to live with other human beings and to do well to others. Islam teaches the Islamic Empire to adhere strictly to the rights of its nation. Islamic education has also clearly stated the rights of the Muslim nation living in the Islamic state. Along with this, the rights of non-Muslim citizens living in the same state are also explained in great detail. Islam strongly urges the rulers of the Islamic government and the Muslim people to exercise the rights of minorities. There are different types of non-Muslims living in a Muslim state. The ransom that is taken from the minorities in return for their protection, submission to Islamic law and residence in the Islamic state is called Jizya in Islamic terminology. Nowadays slogans and processions are held about various rights. Some liberals give the impression that Islam does not give any rights to minorities. In this article, the rights of non-Muslim minorities are explained in the light of Islamic teachings. The deeds of the Holy Prophet (ﷺ) and his Companions (رضی اللہ عنہم اجمعین) are also mentioned.

Keywords: Minority, Zimmi, Jizya, Right, Retaliation, security.

اسلام ایک الہامی مذہب ہے۔ اس کی مکمل تعلیمات منزل من السماء ہیں۔ اسلام کی قانون سازی بھی اللہ رب العزت کی طرف سے طے شدہ ہوتی ہے۔ اسلام زندگی کے ہر معاملے اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی منشا کو مقدم رکھنے کا نام ہے۔ اسلامی حکومت ایک اصولی حکومت (Ideological State) ہوتی ہے۔ وہ جمہوری ریاست سے کافی مختلف ہوتی ہے۔ اسلامی سلطنت جمہوری سلطنت کی طرح بالکل نہیں ہوتی۔ ان دونوں قسم کی سلطنتوں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ اسلامی سلطنت قائم کرنے کا مقصد ہوتا ہے اعلاء کلمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نافذ کرنا، اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کرنے والا معاشرہ قائم کرنا۔ یعنی اللہ رب

العزت کے قانون کی بالادستی ہو، اللہ کے احکامات کا بول بالا ہو۔ اسلامی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یعنی ایسے لوگوں کے سپرد ہوتی ہے جو الہامی احکامات کو خود پر اور اپنی عوام پر نافذ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس حکومت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے احکامات ہی ہوتے ہیں۔ اسلامی سلطنت میں رہنے والے باشندے بلا تفریق دین چاہے وہ مسلمان ہوں چاہے غیر مسلم کے لئے قانون بھی اللہ رب العزت کی طرف سے ہی مقرر کردہ ہوتا ہے۔ ایسی ریاست میں شہریوں کو اس کے سارے حقوق تو حاصل ہوتے ہیں اور اسی اسلامی سلطنت کے ماتحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو بھی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

ایسے غیر مسلم جو اسلامی سلطنت کے تابع ہو کر اسلامی حکومت کے ماتحت رہتے ہوں کو ذمی کہا جاتا ہے۔ ذمی لغت میں ذمۃ سے ماخوذ ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کو عربی سے ہی استعار لیا گیا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ کام فلاں کے ذمہ ہے، یہ کام میرے ذمہ ہے۔ یہ اس کی ذمہ داری ہے وغیرہ۔ ذمہ کا لغوی معنی وعدہ، عہد و پیمان، نگہداشت، نگرانی اور ضمانت ہے۔ ذمی کا معنی ہوگی ذمہ والا، جس کے ذمہ ہو۔ ذمی کا اصطلاحی معنی ہے کہ ایسا غیر مسلم (چاہے وہ اہل کتاب ہو چاہے اہل کتاب نہ ہو) جو اسلامی مملکت میں رہتا ہو اور اسلامی ریاست نے اس غیر مسلم کے مال، جان، عزت اور آبرو کے تحفظ کی ذمہ داری لی ہو۔ اسلامی ملک میں مسلمان رعایا اکثریت میں ہوتی ہے اور ان کے مقابلے میں غیر مسلم اقلیت میں ہوتے ہیں جس وجہ سے ان کو غیر مسلم اقلیت کہا جاتا ہے۔ آج کی اصطلاح میں اسلامی ممالک میں اس کو شہریت اور سیاست کے علم میں اس کو اقلیت کہا جاتا ہے۔

جس طرح اسلامی ریاست پر اپنے مسلمان رعایا کی ہر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، بالکل اسی طرح ذمیوں (غیر مسلم اقلیتوں) کی بھی ہر ذمہ داری اسلامی ریاست پر ہی عائد ہوتی ہے۔ جو معاشی آزادی اور املاکی حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں ویسے ہی غیر مسلم اقلیتوں کو بھی حاصل ہوتے ہیں۔ شرط صرف اتنی ہے کہ ان کے کسی ایسے کام کی ان کو اجازت نہیں ہوگی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو کوئی ٹھیس پہنچے۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے ساتھ معاشرتی مساوات بھی حاصل ہوتی ہے۔ انسانی حقوق میں سے انسان کی اہم ضرورت جان، مال اور عزت کا تحفظ ہوتا ہے۔ یہ اہم ضرورتیں ہوتی ہیں باقی حقوق ان کے تابع ہی ہوتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں ذمیوں سے بہت تھوڑا سا ٹیکس (لگان، خراج، محصول) لیا جاتا تھا جس کو جزیہ کہا جاتا ہے۔ اسی دور سے ہی ایسے لوگ جو لڑائی کرنے کے اہل نہ تھے جیسے معذور، بوڑھے اور بچے ان کو جزیہ سے آزاد رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے ان کے ساتھ یہ بھلائی کی کہ ایسے ذمی جو معذور اور محتاج ہوتے تھے، جن کا کوئی بھی ذریعہ معاش نہ تھا، ان کے لئے حکومت کے بیت المال سے باقائدہ وظیفہ بھی جاری کیا تھا۔ اسلامی ریاست جس کی بنیاد ہی اسلامی تعلیمات پر ہوتی ہے میں ایسی غیر مسلم اقلیتوں کو مسلمانوں کی طرح بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ایسے حقوق جن کا تعلق کسی مذہبی فریضہ یا عبادت سے نہ ہو مگر ایسے حقوق جو ریاست کے قانون اور نظم و ضبط سے ہو، اسلام ایسی اقلیتوں کے بنیادی حقوق میں مسلمانوں اور ذمیوں کے بیچ میں مساوات اور عدل و انصاف کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسے غیر مسلم جو مسلمانوں کے خلاف کسی سازش کا حصہ نہ ہوں، جو اسلامی حکومت کے خلاف نہ ہوں، جو مسلمانوں کے مذہب کے خلاف کوئی سازش کرنے والے نہ ہوں، تو ایسے غیر مسلموں سے اچھائی، نیکی، حسن سلوک اور رواداری کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں دیا ہے۔

“ لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الدِّينِ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّينِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ”¹

ترجمہ: “اللہ تم کو ایسے لوگوں سے بھلائی، انصاف، احسان اور اچھا سلوک کرنے سے نہیں روکتا جن لوگوں نے تم سے لڑائی نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔”

اسلامی حکومت میں رہنے والی غیر مسلم رعایا کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1۔ ایسے غیر مسلم جو لڑائی سے پہلے ہی کوئی صلح نامہ کریں یا کوئی معاہدہ کر کے اسلامی سلطنت کے

ماتحت آجائیں۔

2- ایسے غیر مسلم جو مسلمانوں سے جنگ کریں اور جنگ میں شکست کھا کر مسلمانوں کے ہاتھ مفتوح اور مغلوب ہو جائیں۔

3- ایسے غیر مسلم جو بنا کسی لڑائی یا جنگ کے کسی دوسری صورت میں اسلامی ریاست میں شامل ہو جائیں۔ جیسے مسلمانوں نے کوئی علاقہ فتح کیا اس میں ایسے غیر مسلم بھی رہتے تھے جو جنگ یا لڑائی کے بالکل بھی حامی نہ تھے یا وہ جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہی نہ تھے۔ یا کبھی ایسے بھی ہوتا ہے جیسے برصغیر ایشیا میں پاک و ہند کی تقسیم ہوئی۔ پاکستان ایک اسلامی سلطنت بنا تو اس میں رہنے والے غیر مسلم لوگ نسل در نسل یہاں کے رہائشی باشندے تھے، ان غیر مسلموں سے نہ کوئی جنگ ہوئی اور نہ ہی کوئی معاہدہ پر تقسیم کی وجہ سے وہ اسلامی حکومت کے ماتحت آگئے۔ ایسے غیر مسلم جو اسلامی سلطنت کے تابع ہو کر اسلامی حکومت کے ماتحت رہتے ہوں کو ذمی کہا جاتا ہے۔

مذکورہ تینوں قسم کے غیر مسلم رعایا بحیثیت ذمی اور انسان عام بنیادی حقوق میں برابر ہیں۔ باقی جو ذمی لڑائی کرنے کے بعد یا لڑائی کرنے سے پہلے ہی کسی صلح نامے یا معاہدہ کے تحت اسلامی ریاست میں رہتے ہیں میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ جو ذمی کسی معاہدے یا صلح نامے کے تحت اسلامی ریاست میں رہتے ہیں، ایسے غیر مسلم جو بنا کسی لڑائی کے یا لڑائی کے درمیان ہی مسلمانوں کے آگے شکست قبول کر لیں یا صلح کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور اسلامی ریاست اور ان غیر مسلموں کے درمیان کچھ شرائط طے ہو جائیں تو ایسے ذمیوں کے لئے اسلامی ریاست کا قانون بالکل وہی ہو گا جو اس صلح میں طے کیا گیا ہو گا۔ یعنی ان کے ساتھ سب معاملے صلح کی شرائط کے مطابق ہی ہوں گے جو ان کے ساتھ ہوئی ہوتی ہے۔ آج کل دنیا کی طاقتور ریاستیں اس میں دھوکے سے کام لیتی ہیں۔ یعنی دشمنوں کو ہرانے کے لئے اس کو اپنے ماتحت لانے کے لئے چالاکی اور عقل کی بنا پر صلح کی شرائط طے کر کے اپنی اطاعت پر راضی کر لیتے ہیں۔ پھر وقت آنے پر ان کا رویہ بالکل بدل جاتا ہے۔ اس کو سیاسی بصیرت اور دوراندیشی مانا جاتا ہے، مگر یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہی ہوتا ہے۔ اسلام ایسی مذموم عمل کو بالکل غلط ٹھہراتا ہے اور اس کی اجازت ہر گز نہیں دیتا بلکہ اس کو ایک بڑا گناہ اور حرام قرار دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں یہ لازمی امر ہے کہ جب بھی کسی قوم کے ساتھ صلح ہو جائے اور اس صلح کی جو بھی شرائط طے ہو جائیں پھر چاہے وہ مرغوب ہوں یا غیر مرغوب تو بھی ایسے معاہدے سے یکدم مکرنا نہیں چاہیے اور نہ ہی

اس میں کسی قسم کا کوئی تجاوز کیا جائے۔ اس بات کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا جائے گا کہ دونوں فریقوں میں طاقت، حیثیت اور قوت میں کتنا ہی فرق کیوں نہ آجائے۔ اس بارے میں صاحب شریعت ﷺ کا فرمان ہے:

“عَنْ هَالَلٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ، عَنْ رَجُلَيْنِ جُهَيْنَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّكُمْ تَقَاتِلُونَ قَوْمًا فَتَنْظَهُرُونَ عَلَيْهِمْ فَيَتَفَوَّنَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ وَأَبْنَائِهِمْ، قَالَ سَعِيدٌ فِي حَدِيثِهِ: فَيُصَالِحُونَكُمْ عَلَى صَلَاحٍ، ثُمَّ انْتَفَقَا فَلَا تُصِيبُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلَحُ لَكُمْ”².

ترجمہ: “رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہو سکتا ہے کہ تم کسی قوم سے لڑو اور تم لوگ اس پر غالب آ جاؤ تو وہ تمہیں اپنا مال (جزیہ) دے کر اپنی جانوں اور اپنی اولاد کو تم سے بچالیں۔ سعید کی روایت میں ہے: «فیصالحونکم علی صلح» پھر وہ تم سے صلح پر مصالحت کر لیں پھر (مسدد اور سعید بن منصور دونوں راوی آگے کی بات پر) متفق ہو گئے کہ: جتنے پر مصالحت ہو گئی ہو اس سے زیادہ کچھ بھی نہ لینا کیونکہ یہ تمہارے واسطے درست نہیں ہے۔“

اسلامی مملکت میں ایسی ذمی رعایا یعنی اقلیتوں کو ان کی جان، ان کی املاک، ان کی عزت و آبرو، ان کے مذہب، ان کے عقیدہ اور ان کی رسومات کی حفاظت کا حق حاصل ہے۔ ملکی باشندہ ہونے کے اعتبار سے ان کو بھی انسانی بنیاد پر مسلمانوں کی طرح شہری اور بنیادی حقوق حاصل ہوں گے۔ مملکتی قانون کے حساب سے سب رعایا سے ایک ہی جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ اسلامی ریاست کی طرف سے ایسے غیر مسلم اقلیتوں پر جزیہ لاگو ہو جانے کے بعد مسلمانوں ہی کی طرح واجبات اور ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ مسلمانوں کی طرح وہ بھی شہری مراعات، قانون اور سہولیات کے مستحق بن جاتے ہیں۔ بدائع الصنائع میں اس بارے میں یوں لکھا گیا ہے:

2 - ابو داؤد، البیہقی، امام، سنن ابی داؤد، باب: ذمی مال تجارت لے کر پھریں تو ان سے عشر (دسواں حصہ) وصول کیا

“فان قبلوا الذمة فاعلمهم ان لهم ما للمسلمين و عليهم ما على المسلمين”³

ترجمہ: “اگر وہ ذمہ قبول کر لیتے ہیں تو ان کو بتادو کہ جو حقوق یا مراعات مسلمان رعایا کو حاصل ہیں، ویسے ہی حقوق ان کو بھی ملیں گے اور مسلمانوں کی طرح ان پر بھی ذمہ داریاں عائد ہو جائیں گیں۔”

ذمیوں کے حقوق

مندرجہ ذیل وہ حقوق ہیں جن میں تینوں قسم کے ذمی شامل ہیں۔

جان کی حفاظت

جان کی امان اور تحفظ میں سب ذمی مسلمانوں کے برابر ہوں گے، ان کو بھی جان کا تحفظ حاصل ہو گا اور ان کو بھی مسلمانوں کی طرح احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ایسی غیر مسلم رعایا کو جان کی امان فراہم کرے اور ان کو ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھے۔ اسلامی تعلیمات میں اسلامی مملکت کو ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کا حکم ہے۔ غیر مسلم اقلیتوں کے کسی بھی فرد کا قتل ایک مسلمان کے قتل کی طرح حرام ہے۔ ایسی مذموم حرکت کرنے پر حدیث میں سخت وعید سنائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

“عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا”⁴

ترجمہ: “جس کسی نے بھی معاہدہ کئے ہوئے ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا، جب کے جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت (دوری) سے بھی سونگھی جاتی ہے۔”

اس حدیث پاک میں کسی ذمی کو قتل کرنے والے کے لئے جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے۔

حضرت عمر فاروق نے جب اپنی آخری وصیت فرمائی تو اس میں یہ الفاظ میں فرمائے:

3 - کاسانی، علاء الدین ابو بکر، بدائع الصنائع، ج ۶، ص ۶۲، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی۔

4 - بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، باب: کسی ذمی کا فرکنا حق مار ڈالنا کیسا گناہ ہے، حدیث 3166۔

“وَأَوْصِيهِ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ”⁵

“جو شخص میرے بعد خلیفہ بنے گا میں اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ذمہ کی وصیت کرتا ہوں (یعنی غیر مسلموں کی جو اسلامی مملکت میں اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارتے ہیں) ذمیوں کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو وفا کرے، ان کی حفاظت کرے، انہیں بچا کر لڑا جائے، ان کے دفاع میں اگر لڑنے کی ضرورت بھی پڑے تو جنگ بھی کرے اور ذمیوں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے۔”

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

“اذا قتل المسلم النصرانی قتل به”-

ترجمہ: “اگر کسی مسلمان نے کسی عیسائی کو قتل کیا تو مسلمان کو (قصاص میں) قتل کیا جائے گا”⁶

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: “دیتہ الیہودی والنصرانی والمجوسی مثل دیتہ الحر المسلم”-

ترجمہ: “یہودی، عیسائی اور مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔”⁷ امام ابو حنیفہ کے اسی قول کو اختیار کرتے ہوئے فقہاء کرام نے یہ اصول بنایا ہے کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو بنا ارادہ قتل کر دیتا ہے تو اس کی دیت بھی ویسے ہی ہوگی جو کسی مسلمان کو بنا ارادہ قتل کرنے سے لازم آتی ہے۔

ابن شہاب زہری فرماتے ہیں:

“ان دیتہ المعاهد فی عہد ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم مثل دیتہ الحر المسلم”⁸ -

5 - بخاری، الصحیح البخاری، باب: نبی کریم ﷺ اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان، حدیث 1392 -

6 - شیبانی، ابو عبد اللہ محمد بن حسن، المحجہ، ج 4، ص 349، بیروت، عالم الکتب 1403ھ

7 - ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن محمد بن ابراہیم عثمانی، کوئی، المصحف، ج 5، ص 407، حدیث 27448، ریاض، مکتبہ

ترجمہ: ”بیشک حضرت ابو بکر صدیق، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔“

مال کا تحفظ

اسلامی مملکت کے ذمہ اس کی غیر مسلم اقلیتوں کے سلسلے میں یہ بھی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کی جان کی طرح ان کے مال اور جائیداد کی حفاظت کرے، ان کو ان کے حق ملکیت سے بھی بے دخل نہ کرے اور نہ ہی ان کی زمینوں اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ کیا جائے۔ اگر وہ جزیہ بھی نہ دیں یا وقت پر جزیہ دینے سے قاصر ہوں تو ان کے جزیہ کے عوض ان کی املاک یا جائیداد کو نہ ہی ضبط کرے اور نہ ہی اس کو نیلام کرے۔ رسول اکرم ﷺ نے کسی ذمی سے ناحق مال لینے، اس پر ظلم کرنے یا اس کو تکلیف دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا:

”أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بَغَيْرِ طَيْبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“⁹

ترجمہ: ”خبردار! جس نے بھی کسی ذمی پر ظلم کیا یا اس سے اس کا کوئی حق چھینا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی مرضی کے لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔“

ایسے غیر مسلم اقلیتوں کو مسلمانوں کی طرح خرید و فروخت، صنعت کاری، تجارت، باغبانی، کھیتی باڑی اور دوسرے ذرائع معاش اپنانے کا پورا حق حاصل ہو گا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق شراب اور خنزیر کی بھی خرید و فروخت بھی کر سکتے ہیں۔ وہ اپنی املاک و جائیداد میں مالکانہ حق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی ملکیت کے لئے وصیت بھی کر سکتے ہیں، اس کو ہبہ کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں اور دوسروں کو دینے کا بھی حق رکھتے ہیں۔ ان ہی کی میراث ان ہی کے وارثوں میں تقسیم ہوگی۔ اگر کوئی ذمی ہو اور اس نے جزیہ ادا نہ کیا ہو اور

8 - شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادريس، امام، الام، ج7، ص321، بيروت، دار المعرفه 1393ھ

9 - ابو داؤد، سنن ابی داؤد، باب: ذمی مال تجارت لے کر پھرے تو ان سے عشر (دسواں حصہ) وصول کیا جائے گا، حدیث

مر گیا تو اب اس کے ترکہ سے جزیہ کی رقم نہیں لی جائیگی اور نہ ہی اس کے وارثوں سے زبردستی رقم لی جائیگی۔ مطلب کے کسی بھی ناجائز طریقے سے کسی غیر مسلم کا مال نہیں لیا جائیگا۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان موجود ہے:

”أَلَا لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهِدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا“¹⁰

ترجمہ: ”خبردار! ایسے ذمی جن سے معاہدہ کیا گیا ہو ان کی املاک (مال) حق کے علاوہ حلال نہیں ہے۔“

اس حدیث میں مقرر کردہ شرط سے تھوڑا بھی زیادہ لینے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام وعدہ خلافی کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ جب شرائط طے ہو چکیں ہیں تو اب ان میں تجاوز کرنا بالکل ممنوع ہے، چاہے اسلامی ریاست یا مسلمان عوام کا بظاہر نقصان ہی کیوں نہ ہو مگر شرائط کے مطابق وعدہ خلافی کی اجازت ہرگز نہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ ذمی کے حقوق میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی یا زیادتی ناقابل قبول ہے۔ معاہدہ کی خلاف ورزی اسلام کی نظر میں گناہ عظیم ہے۔ دیوانی قانون کے اعتبار سے مسلمان اور ذمی برابر ہیں۔ ان کے ہر نقصان کی تلافی مسلمان کے نقصان کی تلافی کی طرح کی جائے گی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا:

”اموالهم كاموالنا“¹¹

یعنی: ان کے مال کی حفاظت ویسی ہی ہونی چاہیے جیسے مسلمانوں کے مال کی ہوتی ہے۔ دیوانی قانون میں مسلمان اور ذمی کی یکسانیت کا اتنا خیال رکھا گیا ہے کہ یہ حکم ہوا کہ اگر مسلمان ان کی شراب یا ان کے خنزیر کو بھی ضائع کریں گے تو اس نقصان پر بھی مسلمانوں کو ضمان دینا پڑے گا۔ یہ قائدہ الدر المختار میں رقم ہے:

”ويضمن المسلم قيمة شماره و خنزيره اذا تلفه“¹²

10 - ابوداؤد، سنن ابی داؤد، باب: درندہ (بھاڑ کھانے والے جانور) کھانے کی ممانعت کا بیان، حدیث 3806۔

11 - ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ج 9، ص 289، بیروت، دار الفکر

جس طرح حکومت مسلمان تاجروں سے تجارت کے سامان پر ٹیکس لیتی ہے۔ غیر مسلم ذمیوں سے بھی اسی طرح ٹیکس لینے کا حق رکھتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسے غیر مسلم جو معاہدے کے ساتھ صلح کریں ان پر کسی بھی قسم کی زیادتی جائز نہیں۔ اس صلح والی شرائط کی خلاف ورزی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے غیر مسلم رعایا سے نہ تو جزیہ کی مد میں کچھ زیادہ لینے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان کی املاک پر قبضہ کرنے کی اجازت ہے، نہ ہی ان کی عمارتوں کو ڈھانے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان کی عزت و عظمت پر حملہ کرنے کی اجازت ہے۔ ان پر کوئی سختی نہیں کی جائیگی۔ ایسا کوئی بھی عمل جو ظلم میں شمار ہوتا ہو جیسے ان کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچانا، ان سے کوئی چیز زبردستی لینا، ان کو گالی گلوچ کرنا اور ان کی عبادت گاہ کو مٹانا وغیرہ جیسے اعمال کی اسلام سختی سے مذمت کرتا ہے۔ اسلام ان کے مذہب میں بھی دخل دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ بس جو صلح کی شرائط طے ہوئی ہوں ان کے مطابق ہی ان سے معاملات کئے جائیں گے۔ اسلام کے بڑے بڑے فقیہوں نے بھی ایسے غیر مسلم جو صلح نامہ کے تحت اسلامی ریاست کے ماتحت آئے ہوں کے لئے کوئی الگ سے کوئی قاعدے یا قوانین نہیں لکھے۔ صرف یہ عام قانون لکھ دیا کہ ایسے ذمیوں کے ساتھ صلح کی شرائط کے مطابق ہی معاملات کئے جائیں۔ امام ابو یوسف اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یؤخذ منهم ما صولحوا علیہ ویوفی لہم ولا یزاد علیہم“¹³۔

ترجمہ: ”ان سے اتنا ہی لیا جائیگا جس پر ان کے ساتھ صلح کی گئی ہے۔ ان کے ساتھ صلح کی شرائط کو پورا کیا جائے گا اور ان پر مزید کچھ اضافہ نہ کیا جائے گا۔“

مذکورہ دلائل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مسلم ریاست کو ذمی کے ساتھ طے شدہ معاہدہ ہر حال میں وفا کرنا ہی ہے۔ کسی بھی قسم کی کمی کو تاہی یا زیادتی ذمی کے حق میں کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ جتنا طے ہوا ہے اتنا ہی کچھ ہو گا۔

12۔۔ حصفی، الدر المختار، ج 2، ص 223، بیروت، دار الفکر 1386ھ

13۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، امام، کتاب الخراج، ص 35، بیروت، دار المعرفہ۔

وہ غیر مسلم رعایا جن کو جنگ کے نتیجے میں مفتوح بنایا گیا ہو۔ غیر مسلم رعایا کی یہ دوسری قسم ان ذمیوں کی ہے جو مسلمان مجاہدین سے تب تک لڑتے رہے جب تک ان کو فتح نہ کیا گیا ہو، جب تک انہوں نے اسلامی فوجوں کے سامنے اپنی شکست قبول کر کے ہتھیار نہ ڈالے ہوں۔ جب تک مسلم فوج ان کے علاقوں میں فاتح کی حیثیت سے داخل نہ ہوئی ہو۔ اس قسم کے ذمیوں کے حقوق چنداں مختلف ہوتے ہیں۔ ایسے ذمیوں کے حقوق اور ان سے معاملات کے بارے میں اسلامی فقہ میں تفصیلات موجود ہیں۔ اس قسم کے ذمیوں کے حقوق کچھ اس طرح ہیں:

جب مسلم حاکم ان سے کوئی جزیہ قبول کر لیتا ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ عقد ذمہ قرار پا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا مسلم ریاست کے مسلمان باشندوں پر فرض بن جاتا ہے۔ کیوں کہ جزیہ قبول کرنے کے ساتھ ہی جان کی امان اور مال کی حفاظت ثابت ہو جاتی ہے۔ جب یہ معاملہ طے پا جاتا ہے تو اس کے بعد مسلم حاکم یا مسلمان رعایا کو ایسے ذمیوں کے حقوق کی پاسداری کرنا لازم ہو جاتا ہے اور ان کے پاس ایسا کوئی حق باقی نہیں رہتا جس کی بنا پر وہ ایسے ذمیوں کی املاک پر قابض ہوں یا ان کو اپنا غلام بنائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو صاف الفاظ میں یہ حکم نامہ جاری فرمایا کہ:

”فَاِذَا اخَذْتَ مِنْهُمْ الْجَزِيَّةَ فَلَا شَيْءَ لَكَ عَلَيْهِمْ وَلَا سَبِيلٌ“¹⁴

ترجمہ: ”جب تم نے ان سے جزیہ قبول کر لیا تو پھر تم کو ان پر تجاوز (دست درازی) کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔“

ایسے غیر مسلم جن کے ساتھ عقد ذمی قائم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد وہ اپنی زمینوں کے خود ہی مالک رہتے ہیں۔ وہ اپنی املاک اور زمینوں میں رد و بدل کرنے، ان کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کرنے کے حقدار ہوتے ہیں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی املاک اور زمینیں ان کے ہی ورثاء کو منتقل ہوں گیں۔

ان کو اپنی املاک میں سارے معاملات جن میں خرید و فروخت، رہن، ہبہ وغیرہ کرنا شامل ہے جیسے تصرفات کا مکمل حق حاصل ہو گا۔ اسلامی ریاست کے حاکم یا مسلمان رعایا کو ان کے ان تصرفات سے بے دخل کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہ ہو گا۔

اسلامی ریاست کو اسلامی تعلیمات نے اس بات کا بھی پابند بنایا ہے کہ وہ ایسے ذمیوں سے ان کی مالی حالت دیکھ کر جزیہ کی مقدار مقرر کرے۔ یعنی ایسے ذمیوں میں جو زیادہ مالدار ہوں ان پر ان کی حیثیت اور مالی حالت کے مطابق جزیہ لے، یعنی زیادہ لے اور درمیانے طبقے والے ذمیوں سے ان کے حال کے مطابق درمیانہ جزیہ لے اور جو ان ذمیوں میں مسکین اور غریب ہوں ان سے ان کے مالی حالات کے مطابق کم جزیہ لے، یعنی ہر ذمی کے اوپر اس کی مالی حالت کو دیکھ کر جزیہ مقرر کیا جائے گا۔ ان ذمیوں میں سے جو کسی ملکیت کے مالک نہ ہوں، جن کے پاس آمدن کا کوئی بھی ذریعہ نہ ہو، جو اپنی زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی دوسروں پر منحصر ہوں، ایسے ذمیوں سے کوئی جزیہ نہ لیا جائے۔ ان کو جزیہ سے بری رکھا جائے۔ اسلام نے جزیہ لینے کے لئے کوئی خاص رقم مقرر نہیں کی۔ جزیہ کی رقم مقرر کرنے کے لئے اسلامی ریاست کے حاکم کو ترغیب و تعلیم دی ہے کہ وہ جزیہ کی رقم متعین کرنے میں اس بات کو مد نظر رکھے کہ وہ جزیہ کی رقم اتنی مقدار میں متعین کرے جتنی وہ ذمی آسانی کے ساتھ ادا کر سکیں۔ ایسی رقم متعین نہ کرے جس کی وجہ سے ان پر بوجھ پڑ جائے یا زندگی گزارنا بھی مشکل بن جائے۔ اس بارے میں فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی موجود ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مالداروں پر ماہوار ایک، درمیانہ لوگوں پر آدھا اور غریب جو محنت کش تھے ان پر پاؤ جزیہ مقرر کیا تھا۔¹⁵

اسلامی ریاست جزیہ صرف ایسے لوگوں پر لگائے گی جو لڑائی میں شرکت کرنے کے اہل ہوں گے۔ یعنی بوڑھے، بچے، عورتیں، لمبی بیماری کے شکار افراد، عبادت گاہوں کے خدام، مذہبی پیشوا، سنیاسی، معزور، غلام اور لونڈی وغیرہ یہ ایسے لوگ ہیں جو جنگ و جدال میں شرکت نہیں کرتے ان پر بھی جزیہ نہیں لگایا جائے گا۔

جنگ و جدال کے نتیجے میں فتح ہونے والے شہر جن پر مسلمان قابض ہو جائیں کی عبادت گاہوں پر قبضہ کرنا حق بنتا ہے مگر ایسا نہ کرنا، اپنے اس حق سے دستبردار ہونا افضل اور اولیٰ ہے۔ حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں مسلمانوں نے بہت سے علاقے فتح کیے مگر کسی بھی شہر کی کوئی بھی عبادت گاہ مسمار نہ کی گئی اور نہ ہی ان میں کوئی تصرف کیا گیا۔ امام ابو یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

”ترکت علی حالها ولم تدھم ولم یتعرض لھا“¹⁶

ترجمہ: ”ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا، نہ ہی ان کو مسمار کیا گیا اور نہ ہی ان میں کسی قسم کا تجاوز کیا گیا۔ جو پرانی عبادت گاہیں ہیں ان کو بہر حال مسمار کرنا ناجائز ہے۔“

یہ ایسے حقوق ہیں جن میں صرف اور صرف صلح نامے یا معاہدے کے تحت رہنے والے ذمیوں کے ہیں یا جن کو لڑائی کے ذریعے فتح کیا گیا ہو۔

عزت و عصمت کی حفاظت

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ایسی غیر مسلم اقلیتوں کی عزت، عصمت، آبرو اور عفت کی حفاظت کرے۔ اسلامی ریاست کے ماتحت رہنے والے ایسے ذمیوں کی تذلیل بھی مسلمانوں کی تذلیل کی طرح حرام ہے۔ ایک غیر مسلم ذمی کو بھی ایک مسلمان کی طرح عزت و آبرو محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے۔ کسی بھی ذمی کے راز کو افشاں کرنا، اس کی برائی کرنا، اس کی غیبت کرنا، اس سے عناد اور دشمنی کرنا، اس کو گالی گلوچ کرنا، اس کو مار پیٹ کرنا وغیرہ جیسے اعمال ایسے ہی حرام ہیں جیسے مسلمان کے حق میں حرام ہیں۔ اسلامی ریاست کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو تکلیف دینے سے دوسروں کو روکے۔ ایسی مذموم حرکت کرنے والے کو سزا دے۔

قانون کا تحفظ

مملکت کا قانون مسلم اور ذمی کے حق میں برابر ہے۔ جیسے مملکتی قانون مسلمانوں پر لاگو ہوتے ہیں ویسے ہی غیر مسلموں پر لاگو ہوں گے۔ ملکی قانون کے مطابق سزائیں بھی مسلم اور ذمی کے حق میں برابر

ہیں۔ قانون نافذ کرنے اور سزائیں دینے میں کسی کو بھی امتیازی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ حدود نافذ کرنا، سزائیں دینا، تعزیرات کا نفاذ، قصاص اور دیت میں بھی مسلم و ذمی برابر ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے تو قصاص میں اس مسلمان کو قتل کیا جائیگا۔ اس بارے میں حدیث ہے کہ:

”دماؤہم کدمائنا“¹⁷

ترجمہ: ”ان کا خون ہمارے خون کی طرح ہے“

اس حدیث مبارک کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی غیر مسلم کا خون بہانا ایسے ہی حرام ہے جیسے کسی مسلمان کا۔ رسول اللہ ﷺ کی دربار میں جب ایک ذمی جس کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا تھا کا کیس آیا تو آنحضرت ﷺ نے اس مسلمان کو ذمی کے قصاص میں قتل کرنے کا فرمان جاری فرمایا اور فرمایا کہ:

”أنا أحق من وفى بذمتہ“¹⁸

ترجمہ: ”میں ان لوگوں میں اب سے زیادہ حق پر ہوں جو اپنا وعدہ وفا کرتے ہیں۔“

مذہب پر عمل کرنے کا حق

ذمیوں کو اسلامی ریاست کے اندر رہتے ہوئے اپنے اعتقاد، عقائد، مذہبی رسومات، مراسم اور عبادات کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ ان کے عقائد اور مذہبی مراسم میں دخل اندازی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہوگی۔ ان کی عبادت گاہوں جیسے مندر، گرجہ گھر، کلیسائیں اور چرچ وغیرہ منہدم کرنے کی اجازت کسی کو بھی نہیں ہوگی۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ“¹⁹

ترجمہ: ”دین کے معاملے میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں ہے۔ تحقیق ہدایت گمراہی سے جدا ہو

گئی۔“

17۔ زبلی، ابو محمد عبد اللہ بن یوسف، نصب الراية لاحادیث الہدایہ، ج 3، ص 381، مصر، دار الحدیث 1357ھ۔

18۔ 1۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، ج 8، ص 30، مکہ مکرمہ، مکتبہ دار الباز 1414ھ، 1994ء

2۔ ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، اصہبانی، مسند الامام ابی حنیفہ، ج 1، ص 104، ریاض، مکتبہ الکوثر 1415ھ

19۔ القرآن 2: 256۔

اسلامی مملکت میں رہنے والے ذمی لوگوں کو سرعام کھلے میں اپنے مذہبی تہوار یا شعائر ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ بازاروں اور گلیوں میں اپنے مذہبی جلوس وغیرہ نہیں نکال سکتے اور نہ ہی وہ اپنے مذہب کی تعلیم اور تبلیغ مسلمانوں کے درمیان کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے مذہب کی تقریر اور واعظ گلیوں میں یا چوراہوں پر کر سکتے ہیں۔ ان کو اپنی نئی عبادت گاہ بنانے کی بھی اجازت نہیں، البتہ وہ اپنی عبادت گاہوں میں اپنے مذہب کے لوگوں میں تقریر اور واعظ بھی کر سکتے ہیں، جلسے بھی کر سکتے ہیں اور تعلیم بھی دے سکتے ہیں۔ باقی وہ علاقے جو اسلامی شہروں میں داخل نہ ہوں۔ وہاں پر وہ اپنے مذہبی جلسے بھی منعقد کر سکتے ہیں، اپنی عبادت گاہوں کی مرمت بھی کر سکتے ہیں اور پرانی عبادت گاہ کی عمارت کو مسمار کر کے نئی عمارت بھی بنا سکتے ہیں۔ غیر مسلم رعایا اپنے بچوں کی اپنے دین کے مطابق تعلیم اور تربیت دینے کے لئے مذہبی درسگاہیں بنا سکتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو اپنے دین کی تعلیم دے سکتے ہیں، ان کو اپنے دین پر عامل ہونے کی ترغیب بھی دے سکتے ہیں اور ان کو اپنے دین کی خوبیاں بھی بیان کر سکتے ہیں۔

ذمی اسلامی سلطنت کی فوج کی ذمہ داری کے اہل نہیں ہوتے۔ اپنے وطن کی دشمنوں سے حفاظت کرنا مسلمانوں کے فرائض میں شامل ہے۔ ذمیوں کو فوجداری سے علیحدہ رکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اسلامی ریاست جس اصول کے تحت قائم کی جاتی ہے اس اصول کو ماننے والے ہی اس کی حفاظت میں اپنا فرض سمجھ کر لڑائی کریں گے۔ باقی جو اس ریاست کے اصول کو مانتے ہی نہیں ہوں گے وہ اگر لڑیں گے بھی تو صرف کرایے کے سپاہی کی حیثیت سے ہی لڑیں گے۔ اسلام نے ذمیوں کو اس فرض سے مستثنیٰ رکھا ہے، اس کے بدلے میں ان کو اس فرض کی ادائیگی کے لئے مسلمان فوجیوں کی اعانت جس طرح ممکن ہو سکے میں حصہ لیں یا ملک کی حفاظت کے مصارف میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ ذمی جو جزیہ دیتے ہیں وہ ان کی حفاظت کے ساتھ فوجی خدمت سے مبرا رہنے اور سلطنت کی حفاظت کا معاوضہ بھی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ جزیہ صرف ایسے ذمیوں پر لگایا جاتا ہے جو جنگ میں لڑنے کے اہل ہوتے ہیں۔ مسلمان جب ذمیوں کی حفاظت سے عاجز آ جائیں تو ان کو جزیہ واپس کر دیا جاتا ہے۔ بیرونی دشمن کے حملے کے وقت اگر ذمی اپنی جانی خدمات پیش کریں تو مسلمان اس خدمت کو قبول کر سکتے ہیں مگر پھر ایسے ذمی کو جزیہ سے آزاد کیا جائے گا۔

یرموک کی جنگ کے موقع پر جب مسلمانوں کو شام کے سارے مفتوحہ علاقوں سے اپنی افواج ہٹا کر ایک مرکز پر جمع کرنا پڑی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈروں کو اس طرح کا حکم نامہ تحریری صورت میں بھیجا کہ جو کچھ تم نے وہاں کے ذمیوں سے جزیہ کے طور پر لیا ہے وہ سارہ ان کو واپس کر دو اور ان کو بتادو کہ اب ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے۔ ہم اس کام سے قاصر ہیں، اس لئے جو کچھ ہم نے تمہاری حفاظت کے بدلے میں لیا تھا وہ سارہ واپس کر رہے ہیں۔²⁰ مسلمانوں نے جب جزیہ میں لیا گیا سب کچھ ان ذمیوں کو واپس کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ تمہاری حکومت اور انصاف پسندی ہم کو ہر قل کے ظلم و ستم سے جس میں ہم گھیرے ہوئے ہیں زیادہ پسند ہے۔ اب ہم اس کے عاملوں کو اپنے دیار میں گھسنے ہرگز نہیں دیں گے، تب تک ہم لڑیں گے جب تک وہ ہم کو مغلوب نہ کر لیں۔

21

فتنہ و فساد کا ارتکاب کرنے والا ہر ذی مذہب اور ذی شعور کی نظر میں مجرم ہے۔ اگر ذمی کسی فتنے کا مرتکب ہو گا تو اس کو روکا جائیگا۔ چاہے وہ اپنے علاقے میں ہو چاہے مسلمانوں کی آبادی میں رہتا ہو۔
ذمیوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کھلی آزادی ہوگی۔ ان کے مذہبی عقائد و اعتقادات میں کوئی بھی دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے دینی احکامات پر عمل کرنے میں خود مختار ہوں گے۔ کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔ جیسے وہ اپنی شادی کی رسومات ادا کریں، وصیت پر عمل کریں، اپنی میراث کی اپنے دین کی تعلیمات کے مطابق تقسیم کریں۔ ان کو اس میں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ چاہے ان کے یہ اعمال اسلامی تعلیمات یا قانون کی رو سے بالکل حرام اور ناجائز ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ان کے دین پر وہ عمل کرتے ہیں تو اسلامی سلطنت کی عدالت بھی ان کے دین کے مطابق ہی فیصلہ کرے گی۔ اسی کی مثال حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں ملتی ہے۔ انہوں نے حضرت حسن سے ایک فتویٰ لیا کہ:

“ما بال الخلفاء الراشدين، تركوا اهل الذمة وما هم عليه من نكاح المحارم واقتناء الخمر والخنزير”۔

20۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص 111۔

21۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، فتوح البلدان، ص 161، بیروت، دار الکتب العلمیہ

ترجمہ: ”کیا بات ہے جو خلفائے راشدین نے ذمیوں کو نکاح کے محرمات کے ساتھ، شراب اور خنزیر کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیا۔“

اس کے جواب میں حضرت حسن نے لکھ بھیجا:

”انما بذلوا الجزيرة ليتزكوا وما يعتقدون وانما انت متبع لا مبتدع“²²
ترجمہ: انہوں نے جزیہ دینا اس وجہ سے قبول کیا ہے کہ ان کو ان کے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے۔ آپ کا کام پچھلے طریقے کی پیروی کرنا ہے نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا۔

منصب، عہدہ یا ملازمت کا حق

اہل ذمہ چونکہ غیر مسلم ہوتے ہیں تو وہ اسلامی قانون سے وفادار نہیں ہو سکتے۔ اس وجہ سے ان کو اسلامی سلطنت کی کلیدی حیثیت رکھنے والے عہدے جیسے پالیسی ساز ادارے، مذہبی وزارت اور قانون سازی کے ادارے پر کسی منصب پر مقرر کیا جاسکتا، باقی تمام عہدوں اور ملازمتوں پر ان کو بھی مقرر کرنے کی اجازت ہے۔

اسلامی حکومت کے خزانے سے ذمیوں کے محتاجوں کی مدد کرنا

جس طرح محتاج مسلمان زکوٰۃ اور صدقات کا حقدار ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح غیر مسلم رعایا کے محتاج لوگوں کی اسلامی خزانے سے اعانت کرنا جائز ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف میں فقراء اور مساکین بھی شامل ہیں۔ اس میں دین یا مسلک کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ یہ بھی مسلم ریاست کی ہی ذمہ داری میں شامل ہے کہ مملکت میں کوئی بھی شہری معیشت سے محروم نہ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو صلح نامہ کیا اس کو فتوح البلدان میں یوں رقم کیا گیا ہے۔

”ولنجران و حاشيتها جوار الله و ذمة محمد النبي رسول الله على انفسهم و ملتهم و ارضهم و اموالهم و غائبهم و شاهدهم و غيرهم و بعثهم و امثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم و امثلهم ولا يفتن

اسقف من اسقفیتہ ولا راہب من رہبانیتہ ولا واقۃ من وقاہیتہ علی ما تحت ایدیہم من قلیل او کثیر و لیس علیہم رھق ولا دم جاہلیۃ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضہم جیش من سال منہم حقاً بینہم النصف غیر ظالمین ولا مظلومین بنجران و من اکل منہم ربا من ذی قبل فذمتی منہ بریۃ ولا یؤخذ منہم رجل بظلم آخر ولہم علی ما فی ہذہ الصحیفۃ جوار اللہ و ذمۃ محمد النبی ابداً حتی یاتی امر اللہ ما نصحوا و اصلحوا فیما علیہم غیر مکلفین شیئاً بظلم” 23۔

ترجمہ: ”نجران اور نجران کے قریبی علاقوں کے لوگوں کی جانیں، ان کا دین، ان کی زمینیں، ان کی املاک، ان کا مال، ان کے حاضر، ان کے غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیں یہ سب کچھ اللہ کی پناہ اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہے۔ ان کی موجودہ حالات کو تبدیل نہ کیا جائے گا نہ ہی ان کے حقوق میں تجاوز کیا جائے گا اور نہ ہی مورتیاں مسمار کی جائیں گی۔ کوئی بھی پادری اپنے کام سے، کوئی بشارت اپنی خدمت سے، کوئی راہ۔ اپنی رہبانیت سے اور نہ ہی کوئی کلیسیا کا منتظم اپنے عہدے سے ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے وہ ویسا ہی ان کے ماتحت رہے گا۔ ان سے ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی خون یا جرم کا بدلہ نہ لیا جائے گا اور نہ ہی ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہو گا۔ ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری ضمانت سے بری ہو گا۔ اس معاہدے میں جو لکھا گیا ہے اس کے وفا کرنے کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد النبی کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ کا کوئی دوسرا حکم نازل ہو۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کئے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نے ذمیوں کے حقوق مقرر کر دیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری وقت میں بھی ذمیوں کی بارے میں بڑی تاکید فرمائی تھی اور ان کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں بھی تاکید فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلافت کی مسند پر بیٹھے تو انہوں نے بھی ذمیوں کے حقوق کا ویسے ہی خیال رکھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

تھا۔ پرانے اور نئے ذمی ان حقوق میں یکساں تھے۔ کسی کو بھی امتیاز حاصل نہ تھا۔ حیرہ کے عیسائی ذمیوں سے جو معاہدہ طے ہوا تھا وہ اسلام کا غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ مساوات اور عدل کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جس سے اسلام اور اس کی تعلیمات کے معیار کی بلندی کو پرکھا جاسکتا ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات کا عملی ثبوت بھی تھا کہ غیر مسلم اور غیر قوم کے ساتھ اسلام کا کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ اس معاہدہ میں ان ذمیوں کی کلیسائیں یعنی عبادت گاہیں مسمار نہ کرنا، ان کے ایسے محل جو ان کا دشمنوں سے دفاع کرتے ہیں کو بھی منہدم نہ کرنا، ناقوس بجانے کی کوئی روک ٹوک نہ ہوگی اور ان کو اپنے تہوار کے موقع پر صلیب لٹکانے یا نصب کرنے سے نہ روکنا جیسی شرائط طے کی گئی تھیں۔ ان سے جزیہ بھی بہت کم لیا جاتا تھا، سات ہزار افراد میں سے ایک ہزار افراد جزیہ سے بری تھے۔ باقی افراد سے دس دس درہم ہر سال جزیہ کی مد میں لئے جاتے تھے۔ ان کے معذور اور اپانچ افراد جزیہ سے نہ صرف آزاد تھے بلکہ ان کی کفالت اور معاشی ضروریات کا ذمہ دار بیت المال تھا۔

اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کی اصل صورت اور مثال تو صحابہ کے ہی دور میں دیکھی جاسکتی ہے۔ وہ صحابہ جو اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ذمیوں کے حقوق میں اسلام کے احکامات کا عملی نمونہ پیش کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں ذمیوں کے حقوق میں عدل و انصاف کا عملی نمونہ پیش کیا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں عربستان (جزیرہ عرب) کے پڑوس کی دو بڑی سلطنتیں روم اور فارس فتح ہوئیں۔ ان سلطنتوں کا اپنا یہ حال تھا کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ غلاموں سے بدتر سلوک کرتی تھیں۔ چہ جائے کہ اپنے ماتحت قوموں کے ساتھ کتنا بدترین سلوک روا رکھتے ہونگے۔ عہد فاروقی میں جب ان کو فتح کیا گیا تو ان میں کافی تبدیلی آئی۔ ان کو اسلامی سلطنت کی طرف سے بہت زیادہ جائز آزادی دی گئی اور ان سلطنتوں کی اقلیتوں کو خوشحالی مقدر رہی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فتوحات کیں ان سب علاقوں کی مفتوح رعایا جو غیر مسلم تھی کے حقوق کے بارے میں اس مفہوم کا فرمان جاری کیا۔ ”یہ وہ

امان ہے جو اللہ کے غلام مسلمانوں کے خلیفہ عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی۔ یہ امان ان کی جان اور املاک، عبادت گاہوں، صلیب، بیمار، صحتمند اور ان کے تمام اہل مذہب کے لیے ہے۔“

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذمیوں کے ساتھ انصاف، مساوات اور حسن سلوک کی یہ مثالیں کسی خاص علاقے یا کسی خاص ذمی رعایا کے لئے نہیں تھیں بلکہ ہر جان کے ذمیوں کے ساتھ احسان، اہل آذر بائیجان کے ساتھ صلح نامہ، موقان والوں کے ساتھ معاہدہ، چاروں امیر المومنین (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کے خطوط جو انہوں نے اپنے مفتوح علاقوں کے ذمہ دار اور جرنیلوں کو لکھے۔ ان خطوط میں بھی ذمیوں کے بارے میں اچھا سلوک اور مساوات کی خاص نصیحت اور حکم کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کی خلافت کے ماتحت پوری سلطنت میں ایک ہی قسم کا فرمان جاری تھا، غیر مسلم رعایا کے ساتھ ایک ہی قسم کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے ذمیوں کی املاک کے نقصان کی بھرائی اور قتل کا مسلمانوں سے قصاص دلویا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں بکر بن وائل قبیلے کے ایک شخص جس نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کیا تھا کو بدلے میں قتل کرنے کے لئے اس مقتول ذمی کے ورثاء کے حوالے کیا اور انہوں نے اس مسلمان کو قصاص میں قتل کر دیا۔²⁴

مسلمان فوج ایک مرتبہ شام کے ایک غیر مسلم ذمی کی کھیتی سے گذری، جس کی وجہ سے اس کے کھیت روندے گئے۔ اس کا نقصان ہوا تو وہ اپنی فریاد لے کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ امیر المومنین نے اس کی فریاد رسی کی اور اس کے نقصان کی بھرائی بیت المال سے دس ہزار دے کر کی۔ ذمیوں سے جو بھی رقم جزیہ کی شکل میں لی جاتی تھی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور مسلمان حاکموں کے صلح ناموں میں صرف ان کی ہر حفاظت اور ذمہ داری کا ٹیکس ہی تھی۔ جزیہ کی رقم لینے میں بھی بہت زیادہ احتیاط برتی جاتی تھی کہ کہیں جزیہ کی رقم کی وصولی میں کوئی ظلم یا نا انصافی کا عنصر شامل نہ ہو جائے۔

غیر مسلم رعایا کو بھی خوب پتہ تھا کہ ان کے ساتھ کسی بھی قسم کی نا انصافی نہ کی جائے گی۔ اگر کہیں پر کسی افسر یا محکمہ کے عملدار سے ذاتی عناد یا نا انصافی کا خدشہ ہوتا تھا تو بھی ان کو یقین تھا کہ ان کی فریاد رسی

کے لئے مسلمانوں کا خلیفہ یا مسلمانوں کو حاکم موجود ہے جو ان کی فریاد کی دادرسی کرے گا۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے دور میں غیر مسلم رعایا نے شکایت کی کہ آپ کی طرف سے مقرر عامل عمر بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہمارے (ذمیوں) کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرتے ہیں۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فی الفور ان کی دادرسی کی اور تحریری حکم نامہ جاری کر کے روانہ فرمایا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ کے ذمیوں کے لئے جو عہد نامہ لکھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

اور میں یہ طے کرتا ہوں کہ اگر ذمیوں میں سے کوئی بھی بوڑھا پے کی وجہ سے ضعیف ہو جائے یا کسی زمینی یا آسمانی مصیبت سے دوچار ہو جائے یا ان کا کوئی مالدار محتاج ہو جائے اور اس کے اپنے مذہب کے لوگ اس کو خیرات دینے لگ جائیں تو ایسے سارے لوگوں سے جزیہ معاف ہو گا اور بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل و عیال کی کفالت کی جائیگی، جب تک وہ اسلامی سلطنت میں رہیں۔²⁵

ایک مرتبہ غیر مسلم اقلیتوں کے علاقے میں ایک نہر میں مٹی پڑ جانے کی وجہ سے پانی کی قلت پیدا ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں آبپاشی میں کمی ہونے لگی۔ وہاں کے ذمی باشندے اپنے مسئلے کے حل کے سلسلے میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس علاقے کے حاکم حضرت قرضہ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کو تحریر جاری فرمائی۔ اس میں لکھا گیا کہ تیرے علاقے کے ذمیوں نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ ان کی کھیتی جس نہر پر ہوتی ہے وہ مٹی پڑ جانے کی وجہ سے بند ہو گئی ہے۔ اس نہر کو جاری کرنا مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ لہذا اس کی مرمت کروا کر ٹھیک کر دو، مجھے اس نہر کے جاری ہونے کے بدلے میں اس علاقے کا آباد رہنا اس علاقے کے ذمی لوگوں کے چھوڑ جانے یا عاجز ہو جانے کے بدلے میں زیادہ پسند ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ باہر سے آنے والے لوگوں سے ذمیوں کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ جب بصرہ سے ذمیوں کا ایک وفد آیا تو ان سے پوچھا:

25 - محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السياسية، ص 317، بیروت، دارالارشاد 1389ھ، 1949ء

”لعل المسلمين يفضون الى اهل الذمة باذى----- فقال ما نعلم الاوفاء”۔

ترجمہ: ”شاید مسلمان ذمیوں کو کچھ تکلیف دیتے ہیں۔ (ان کے جواب میں ذمیوں نے) کہا ہم نے ان میں وعدہ کی پابندی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا“۔²⁶

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جو اس وقت شام کا گورنر تھا کو جو نصیحت فرمائی اس میں یہ بھی تھا: ”وامنع المسلمين من ظلمهم والاضرار بهم و اكل اموالهم الا بحلها“۔²⁷

ترجمہ: ”مسلمانوں کو ان پر ظلم کرنے اور ان کو ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقوں سے ان کا مال کھانے سے منع کرنا“۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہر میں گشت کے لئے نکلے۔ گشت کرتے ان کی نظر ایک بوڑھے نابینا شخص پر پڑی جو بھیک مانگ رہا تھا۔ امیر المومنین نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر استفسار فرمایا کہ تم کس دین سے تعلق رکھتے ہو؟ اس کے جواب میں اس بوڑھے نابینا بھکاری نے کہا کہ میں یہودی ہوں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا کہ تم کو بھیک مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس سوال پر اس عمر رسیدہ یہودی نے جواب دیا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے، اپنے ضعیف العمری کی وجہ سے اور پیٹ بھرنے کے مصائب سے نمٹنے کے لئے۔ فاروق اعظم نے جب یہ سنا تو اس کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے گھر لائے، گھر میں جو موجود تھا وہ اس کو دے دیا اور بیت المال کے خزانچی کو لکھ بھیجا: اس شخص اور اس طرح کے دوسرے ضرورت مندوں کی تفیش کرو، اللہ کی قسم یہ انصاف نہیں ہے کہ ہم ان کی جوانی میں تو ان سے جزیہ لیتے رہیں اور جب بوڑھے ہو جائیں تو ان کو بھیک مانگنے جیسی ذلت کے لئے چھوڑ دیں۔ میرے نزدیک قرآن مجید کی اس آیت (إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسْكِينِ وَ الْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَرَمِينَ وَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط وَ اللَّهُ

26 - طبری، ابو جعفر محمد ابن جریر، تاریخ الامم والملوک، ج 2، ص 503، بیروت، دار الکتب العلمیہ 1407ھ

27 - ابو یوسف، کتاب الخراج، ص 152۔

عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ²⁸ میں فقراء سے مراد مسلمان ہیں اور مساکین سے مراد اہل کتاب کے فقراء اور غریب لوگ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام ذمیوں سے جزیہ کی رقم معاف کر دی اور بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کر کے جاری کر دیا۔²⁹

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو تحریری حکم نامہ جاری کیا:
 “الا يضربوا الجزية على النساء ولا على الصبيان و ان يضربوا
 الجزية على من جرت عليه الموسى من الرجال”³⁰
 ترجمہ: “عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہ لگاؤ اور صرف ایسے مردوں پر جزیہ لاگو کرو جن کے بال اگ
 آئے ہوں (بالغ ہو گئے ہوں)۔”

اس طرح کی بہت ساری مثالیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کی ملتی ہیں جن میں ان کا غیر مسلم رعایا کے حقوق کی حفاظت، ان کی خوشحالی، ان کے ساتھ ہمدردی، ان کی ضروریات کو پورا کرنا، ان کے مسائل کے حل کی فکر کرنے اور فوری احکامات جاری کرنے کا عمل اسلامی شریعت کے نفاذ کا نتیجہ تھا۔

خلاصہ بحث

اسلامی تعلیمات میں اسلامی ریاست کو غیر مسلم رعایا کو انصاف کے ساتھ سب حقوق دئے گئے ہیں جو آج کی اصطلاح میں شہری حقوق کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کو ان کی جانوں، املاک، عزت نفس، عفت، مذہبی آزادی، اپنے بچوں کو اپنے دین کی تعلیم اور عبادت گاہوں کی حفاظت اور حقوق دئے ہیں۔ بحیثیت انسان اور ملکی باشندے کے بنیادی حقوق میں مسلمانوں اور غیر مسلم رعایا کو یکساں رکھا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم کو مسلمان اور غیر مسلم رعایا (ذمی) کے حقوق روز روشن کی طرح عیاں ملتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم رعایا کو بھی پوری حفاظت کے ساتھ عزت کا مقام

28۔ القرآن 9:60۔

29۔ ابن قدامہ، ابو محمد عبد اللہ بن احمد، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی، ج 8، ص 509، بیروت، دار الفکر

بھی ملتا ہے۔ اسلامی تعلیمات ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا خاص خیال رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ ہم مسلمانوں کو اپنے دین کی تعلیمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذمیوں کے حقوق کا سختی سے خاص خیال رکھیں اور اپنے دین کی تعلیمات اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر عمل کریں۔ اس میں ہی ہماری دنیا و آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔

اسلامی ریاست کو بھی اس حدیث مبارکہ کے مفہوم کو سمجھ کر عمل کرنا چاہیے۔

“عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْنُونٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَلَا أَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْنُونٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْنُونٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْنُونَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْنُونٌ عَنْهُ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْنُونٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ”³¹

ترجمہ: “رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار سن لو! تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور (قیمت کے دن) اس سے اپنی رعایا سے متعلق باز پرس ہوگی۔ لہذا امیر جو لوگوں کا حاکم ہو وہ ان کا نگہبان ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی اور آدمی اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا ۲ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے اولاد کی نگہبان ہے اس سے ان کے متعلق پوچھا جائے گا غلام اپنے آقا و مالک کے مال کا نگہبان ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا، تو (سمجھ لو) تم میں سے ہر ایک راعی (نگہبان) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔”

سفارشات

- 1۔ مسلمان مبلغین کو چاہئے کہ وہ اپنی تقاریر اور مواعظ میں اقلیتوں کے حقوق کو بیان کریں تاکہ عام مسلمان رعایا بھی غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق سے باخبر ہو جائے۔

- 2۔ محققین حضرات اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں تحقیقی مضامین لکھ کر شائع کروائیں اور مصنفین حضرات کو اپنی اسلامی موضوعات کی کتابوں میں غیر مسلم اقلیتوں (ذمیوں) کے حقوق کا ایک باب شامل کرنا چاہیے۔
- 3۔ سوشل میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو بھی اقلیتوں کے حقوق عوام کے سامنے واضح کرنے کی سعی کرنی چاہئے تاکہ عام عوام بھی ان کے حقوق سے باخبر ہو کر ان سے مساوات کا رویہ اختیار کریں۔